International Research Jounral of Islamic Culture & Communication

IRJICC

ISSN:3007-4630(P), 3006-8304(E)

مرویاتِ خدام رسول ﷺ کی عصری معنویت
(حقوق خدام کے تناظر میں)

THE CONTEMPORARY MEANING OF MARWIAT-I- SLAVES RASOOL ﷺ (IN THE CONTEXT OF SLAVES RIGHTS)

1. **Dr. Aqeel Ahmed**
aqeel.ahmed1@ais.uol.edu.pk
Associate Professor, Department of Islamic Studies, The University of Lahore.

2. **Usman Mohiyuddin**
usman_mohi87@hotmail.com
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The University of Lahore.

3. **Dr.Saad Jaffar**
saadjaffar@aust.edu.pk
(Corresponding author)Lecturer Islamic Studies, Department of Pakistan Studies, Abbottabad University of Science and Technology,Abbottabad.

Vol. 03, Issue, 01, JAN-MARCH 2025, PP:52-62

OPEN ACCES at: www.irjicc.com

Article History	Received	Accepted	Published
	15-01-25	15-02-25	30-03-25

Abstract

Before the arrival of Prophet Muhammad ﷺ, societies were suffering from intellectual, political and economic depravity. There was no effective system of protection of human rights. Especially those sections of the society who served but when they were employed, they were considered below the level of humanity, in which slaves and other similar classes were on the top list.One of the objectives of Prophet Muhammad's revealed was to create a human-friendly and moderate society by eliminating social deprivation and intemperance.For which He ﷺ paid special

CC BY

attention to the rights of all human beings in general and the socially disadvantaged people so that the society is protected from being a victim of class system.In human history, a group of people who are called slaves or slaves have been subjected to inhuman atrocities and inappropriate behaviors in every era. Prophet Muhammad not only determined their rights, but also gave them honorable positions in various situations. In contemporary societies, the concept of slavery has almost eliminated and there is a great return of human rights, but there are different forms of slaves and servants. In the article under review, in the light of the narrations of the servants of the Prophet ﷺ that are related to the rights of the servants themselves, their rights and privileges will be discussed in the present era.

Key Words: *Prophet Muhammad, Slaves, Rights Humanity, Social Right.*

موضوع کا تعارف:

حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں ایک مقصد سماجی محرومیوں اور بے اعتدالیوں کو ختم کر کے ایک انسان دوست اور معتدل معاشرہ بھی تشکیل دینا تھا۔ جس کے لیے آپ ﷺ نے تمام انسانوں کے بالعموم اور سماجی اعتبار سے پسماندہ افراد کے حقوق پر خصوصی توجہ فرمائی تاکہ معاشرہ طبقاتی نظام کا شکار ہونے سے محفوظ رہے۔ انسانی تاریخ میں انسانوں ہی کا ایک طبقہ جن کو غلام یا خدام کہا جاتا ہے ہر عہد میں غیر انسانی مظالم اور نامناسب رویوں کا شکار رہا ہے۔ رحمتِ عالم ﷺ نہ صرف ان کے حقوق کا تعین فرمایا بلکہ ان کو مختلف صورتوں میں باعزت مقام بھی عطا کیا۔ عصری معاشروں میں غلامی کا تصور تو تقریباً ختم ہو چکا ہے اور حقوق انسانی کی بڑی بازگشت بھی ہے لیکن خدام اور خدمت گاروں کی مختلف صورتیں موجود ہیں۔ زیرِ نظر مقالہ میں نبی کریم ﷺ کے خدام کی وہ مرویات جو خدام ہی کے حقوق سے متعلق ہیں کی روشنی میں عصرِ حاضر میں ان کے حقوق اور مراعات پر بات کی جائے گی تاکہ اسوہ حسنہ کے انسانی حقوق کی جہات بالخصوص بنیادی سہولیات و ضروریات سے محروم طبقات کے حوالے سے آگہی ہو سکے۔

نبی اکرم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل جہاں معاشرے فکری، سیاسی اور معاشی بے راہروی کا شکار تھے وہاں انسانی حقوق کی پاسداری اور ادائیگی کا بھی کوئی موثر نظام قائم نہ تھا۔ بالخصوص سماج کے وہ طبقات جو خدمات پر مامور ہوتے ان کو مرتبہ انسانیت سے نیچے شمار کیا جاتا تھا جن میں غلام، خدام اور اسی طرح کے دیگر طبقات سر فہرست ہیں۔

یقینی طور پر تو نہیں کہا جا سکتا کہ غلامی کا عہد کب شروع ہوا لیکن یہ بات واضح ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی تو غلامی کا بڑا وسیع رواج موجود تھا۔ ان کی خرید و فروخت ہونا، ان کے ساتھ اشیائے ضروریہ کی طرح کا معاملہ کرنا اور آقا کا اپنے غلام پر ہر طرح کا ظلم کرنا اس کا حق سمجھا جاتا تھا اسی طرح آزاد انسانوں کو غلام بنا لینا اور مقروض تک کو بھی اسی دائرہ میں لے آنا

معمول کی باتیں تھیں۔

عصرِ حاضر میں غلامی تو تقریبا ناپید ہو چکی ہے مگر وہ طبقات جو عام طرح کی خدمت پر مامور ہوتے ہیں جیسے مزدور، چپراسی، خاکروب، مالی، چوکیدار اور گھریلو ملازمین وغیرہ ان کے حقوق سے نہ صرف انحراف کیا جارہا ہے بلکہ ان پر تشدد ہونا معمول بن چکا ہے اور ان سے غلاموں کی طرح کا رویہ رکھنا عام مشاہدہ کی بات ہے۔غلامی کی تعریف کرتے ہوئے UNOادارہ Ohchr کے مطابق یہ ہے:

"Slavery is the status or condition of a person over whom any or all of the powers attaching to the right of ownership are exercised"(1)

غلامی کسی شخص کی حیثیت یا حالت ہے جس پر ملکیت کے حق سے منسلک کوئی بھی یا تمام اختیارات استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

آج کا جدید معاشرہ جس میں حقوق انسانی کے حوالے سے یورپ وامریکہ کو بڑا فخر ہے یہ دیکھنا اور سمجھنا ضروری ہے کہ غلاموں اور خدام کے حوالے سے جدید معاشروں میں ہونے والی آواز کی تاریخ اتنی پرانی۔یو این او (UMO) کے انسانی حقوق کے آفس او ایچ سی آر تعریف یہ ہے:

یو این او کے اس کنونشن کی بارہ دفعات ہیں جو 9 مارچ 1927 کو نافذ العمل ہوا اس کے آرٹیکل 2 کے دو جز ہیں جو حسب ذیل ہیں:

To prevent and surpass the slave trade To bring about, progressively as soon as possible, the complete abolition of slavery in all its forms (ibid) [2]

غلاموں کی تجارت کو جتنی جلد ممکن ہو سکے ختم کیا جائے اور اس کی تمام صورتوں کو مکمل طور پر ختم کیا جائے۔

مغربی معاشروں میں غلامی کی ہر صورت کے خاتمے کی تاریخ ایک صدی سے زیادہ نہیں اس سے قبل بھی جزوی یا علاقائی طور پر کوشش ہوئی ہوگی جبکہ انسانیت پر جبر کے حوالے سے جے جے روسو (م: 1778) نے اٹھارویں صدی میں یہ کہا کہ:

Man is born free but in is chains [3]

انسان آزاد پیدا ہو ہے لیکن اب ہر جگہ پابند سلاسل ہے۔روسو سے قبل اس طرح کی کوئی موثر آواز مغرب کی طرف سے نہیں آئی۔

جبکہ چودہ صدیاں قبل کے اس جاہلی معاشرہ پر غور کیا جائے جہاں حقوق کا حصول صرف قبائلی، خاندانی یا نسلی بنیادوں پر ہی ممکن تھا۔ وہاں حضور اکرم ﷺ نے سب سے پہلے تو انسانی حقوق کی ادائیگی ریاست کی اولین ذمہ داری قرار دیا اور پھر معاشرہ میں وہ طبقات بالخصوص غلاموں اور خدام کے حقوق پر بھرپور توجہ دی۔ آپ ﷺ کا یک لخت ہی غلاموں کو آزاد نہ کرنا مستشرقین کے ہاں اعتراض کا سبب ہے لیکن اس میں بھی ایسی حکمت موجود ہے جو اہل علم سے پنہاں نہیں۔ عصری اصطلاح میں

یوں بھی کہا جا سکتا ہے اس عہد میں نظام غلامی ایک صنعت کی حیثیت رکھتا تھا کہ اس دور میں ملازمت اور دیگر خدمات کا حصول ان ہی کے ذریعے ممکن تھا۔غلامی کے حوالے سے ایک اعتراض جو استشراقی فکر کا عکاس ہے کہ ایک ایگزیکٹو آرڈر دے کر یک لخت ہی کیوں اس کو ختم نہ کیا گیا۔

اس حوالے سے چند امور ذہن نشین رہنے چاہییں کہ اس عہد میں غلاموں کی حیثیت مال و متاع کی طرح تھی بالفرض اگر ایک آدمی کے پاس دس غلام تھے تو وہ اس کی مالی و معاشی حیثیت کی نمایاں علامت تھی اب اگر ان کو حکما کو کہا جاتا کہ ان سب کو آزاد کر دو تو پھر اس کے مالی خسارے کو کون پورا کر سکتا تھا۔

دوسرا ایک ہی وقت میں اگر سب غلام آزاد ہو جاتے تو ان کی رہائش اور دیگر ضروریات کی ذمہ داری ریاست پر عائد ہونی تھی جس کو پورا کرنا ایک مشکل امر ہوتا۔

اس کے علاوہ ایک ہی وقت میں سب غلام آزاد ہونے سے امور خدمت جو مختلف جہات میں ادا ہوتی تھیں ان کا متبادل کیا ہوتا۔ اور پھر اس عہد کا ''عرف'' اس حوالے سے کیا سامنے آتا۔

اس لیے ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے اسلام کے تدریجی اصول کے مطابق وہ فیصلہ فرمایا جس کی روشنی میں لوگوں کو شعوری طور پر تیار کیا کہ معاشرہ کے اس محروم طبقہ کے حوالے سے مکمل آگہی کے ساتھ ان کے بنیادی حقوق کو پورا بھی کریں اور سہولت و عزت کے ساتھ ان کی آزادی کا بندوبست بھی کریں۔

1۔قرآن کریم نے جہاں حقیقی نیکی کا تصور دیتے ہوئے عقائد اور اعمال صالحہ کا ذکر کیا اس میں مال کو غلاموں کو آزاد کرنے پر بھی خرچ کرنے کی ترغیب دلائی۔[4]

2۔آخرت میں دشوار گزار گھاٹی سے گزرنے کے جو طریقے بتائے ان میں ایک طریقہ یہ بھی بتایا کہ غلاموں کو آزاد کرو کہ اس کے ذریعے تم اس مشکل مرحلہ سے گزر سکتے ہو۔[5]

3۔ قتل خطا میں کفارہ کے طور پر غلام کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔[6]

4۔ قسم پورا نہ کرنے کے کفارہ میں بھی ایک طریقہ غلام اذاد کرنے کا بتایا گیا۔[7]

5۔ کفارہ صوم، کفارہ ظہار میں بھی غلام آزاد کرنے کی ترغیب دلائی گئی۔[8]

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

تین ایسے اشخاص ہیں جن کا دہرا اجر ملے گا ان ایک وہ ہے جو اپنی باندی کو تعلیم دے اور عمدہ تعلیم دے اس کو ادب سکھائے اور خوب سکھائے اور پھر اس کو آزاد کر کے خود اس سے نکاح کرے۔[9]

حضور اکرم ﷺ نے انسانی حقوق کے حوالے سے خصوصی طور پر خدام اور غلاموں کی طرف توجہ فرمائی اس حوالے سے آپ ﷺ کی بنیادی تعلیمات حسب ذیل ہیں:

1۔آزاد انسان کو غلام بنانے کی نہ صرف ممانعت فرمائی بلکہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز تین طرح کے لوگوں سے مجادلہ کرے گا ان میں ایک وہ ہو گا جو کسی مسلمان کو غلام بنا کر بیچ دے۔[10]

2۔غلاموں کو آزاد کرنے پر عظیم اجر و ثواب کی بشارت دی۔[11]

3۔ان کے سماجی و معاشی حقوق متعین کیے۔[12]

4۔ان پر ہر طرح کے ظلم و ستم کا خاتمہ کیا۔[13]

5۔غلاموں کے ساتھ حسن سلوک پر اپنا اسوہ پیش کیا۔

آپ ﷺ نے تکریم انسانیت کے پیش نظر غلاموں اور خدام کی آزادی اور حقوق کی آواز بلند کر کے اس جاہلی معاشرہ میں جہاں مضبوط قبائلی طبقاتی نظام کے ساتھ اسود و احمر کے نظریات اس طور پر راسخ تھے کہ خدام و غلاموں کی عزت و تکریم تو ایک طرف ان کو بنیادی انسانی حقوق بھی حاصل نہ تھے۔غلاموں کو معاشرہ میں باوقار زندگی کے تمام حقوق کا نہ قرآن نے حکم دیا بلکہ مختلف انداز سے ان کی عزت افزائی کی گئی تاکہ وہ قومی دھارے میں شامل ہو سکیں۔نبی اکرم ﷺ نے اس حوالے سے اسوہ کی چند مثال ملاحظہ ہوں۔

1۔آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو نہ صرف آزاد کیا بلکہ ان کو اپنا متبنّیٰ بنالیا جس کی وجہ سے لوگ ان کو زید بن حا رثہ کی بجائے ''زید بن محمد ﷺ'' کہتے تھے۔

2۔جنگی قیدی اس دور کے عمومی قوانین کے مطابق مرد ہو یا عورتیں فاتح قوم کے کے غلام ہی متصور ہوتے تھے نبی اکرم ﷺ نے دو مواقعوں پر حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ سے نکاح فرمایا جب ان کی حیثیت جنگی قیدی کی تھی آپ ﷺ کی وجہ سے ان کو آزادی ملی وہ حرم نبوی کی زینت بنیں قیامت تک کے لیے ان کو ام المومنین کا اعزاز عطا ہوا اور پھر حضرت جویریہ کی وجہ سے ان کے سارے خاندان کو غلامی سے آزادی نصیب ہوئی۔

3۔اس عہد میں غلاموں اور باندیوں کے بطور تحفہ دیے جانے کا بھی رواج تھا۔مقوقس مصر کے بادشاہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک کنیز (حضرت ماریہ) کو بھیجا لیکن عظمتِ انسانی کے پاسبان اعظم نے ان کو بھی اپنی زوجیت کا شرف عطا کر کے دائمی عزتوں سے نوازتے ہوئے ام المومنین کا مرتبہ عطا کیا۔یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسانیت ک اعلیٰ ترین ہستی اپنے عہد میں سماجی اعتبار سے سب سے کمزور ترین طبقہ کی خاتون کو اپنی زوجہ بنا کر انسانی مساوات کا حقیقی منظر پیش کر رہی ہے۔

4۔اسی طرح فتح مکہ کے عظیم الشان موقع پر ایک طرف آپ ﷺ کی سواری پر حضرت اسامہ بن زید ہیں تو دوسری طرف کعبہ کی چھت پر حضرت بلال کو چڑھا کر اذان دینے کا حکم دے کر عربی و عجمی، اسود و احمر، شاہ و گدا، اور آقا و غلام کے امتیا زات جو انسانی ذہن کی اختراع تھے سب کو ختم کر دیا۔حالانکہ اس موقع پر بڑی بزرگ ہستیاں موجود تھیں لیکن سرور عالم ﷺ نے کمال حکمت عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے غلاموں کے بارے میں جو ادنی تصورات تھے ان کا خاتمہ کر دیا۔

5۔حق و باطل کے پہلے معرکہ غزوہ بدر اور انسانی تاریخ کی عظیم فتح، فتح مکہ کے موقع پر جبکہ سامنے بدترین دشمن تھے آپ ﷺ نے اس وقت بھی ان کو غلام نہ بنایا۔بدر کے قیدیوں کو فدیہ دے کر اور جو نہ دے سکتے تھے وہ مسلم بچوں کو کتابت سکھا کر واپس اپنے گھروں کو جانے کا موقع دیا گیا۔اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر " اذهبوا فانتم الطلقا " (جاؤ تم سب

آزاد ہو) ایک طرح سے آزادی کی مشعل تھی جو انسانیت کے حقیقی اور عظیم نجات دہندہ نے بلند کی جہاں شاید لوگ آزادی کے حقیقی تصور سے بھی آشنا نہ تھے۔

حضور اکرم ﷺ کی خدمت کے لیے یوں تو تمام صحابہ کرام مستعد رہتے تھے لیکن با ضابطہ جن کو یہ شرف مسلسل رہا وہ چند ایک ہی تھے جن میں نمایاں یہ ہیں:

حضرت زید بن حارثہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنھم یہ نبی کریم ﷺ کے وہ مشہور خدام ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے افعال واحوال کی مختلف جہات کا مشاہدہ کیا اور آپ ﷺ کے جو فرامین خدام کے حقوق کے حوالے سے ہیں ان کو روایت بھی کیا ذیل میں ان تینوں کی وہ مرویات جو حقوق خدام کے حوالے سے اس کو پیش کیا جارہا ہے

۔

حضرت زید بن حارثہ :

حضرت زید کو حضرت خدیجہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت کے لیے ہبہ کر دیا تھا اس وقت آپ کی عمر آٹھ برس تھی نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنا متبنی (منہ بولا بیٹا بنا لیا) ان کے حقوق کا مکمل خیال رکھا ان کے ساتھ اپنی پھوپھی کی بیٹی کی شادی کی۔ (14)

ان مہربانیوں کے علاوہ ان کو اس عہد میں ایک ایسا اعزاز عطا کیا کہ جو غلامی کے خاتمہ اور ان کو سماجی طور پر عزت ووقار دینے کی بے نظیر مثال ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ نے حضرت زید کو جنگ موتہ میں امیر لشکر بنایا۔ (15)

اس لشکر میں نبی کریم ﷺ کے چچازاد حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت خالد بن ولید حضرت زید ہی کے ماتحت تھے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کو غلاموں اور خدام کو بڑے سماجی عہدے دے کر ان کے عزت و وقار میں نہ صرف اضافہ کیا بلکہ بڑے خاندانوں کو ان کے ماتحت کام کرنے کی روایت بھی قائم کی۔

حضرت زید نے تقریباً تین دہائیوں تک نبی پاک ﷺ کی خدمت کی آپ کی مرویات کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

حضور نبی کریم ﷺ کا خدام کو اپنے ساتھ سواری میں بٹھانا۔ (16)

خدام کو مواخات میں شامل کرنا حضور اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کا بھائی بنا یا۔ (17) خدام کو شادی کی ترغیب دینا۔ (18) خریداری کی نصیحت کرنا۔ (19)

ان تمام حدیث میں خدام پر بھرپور اعتماد، ان کی تربیت، سماجی زندگی میں ان کو ایک با عزت مقام کے حصول کی طرف راغب کرنا اور ان کے مساوی حقوق کا اظہار ہو رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود :

آپ ''السابقون الاولون'' میں سے ہیں قبول اسلام کے وقت آپ کی عمر انیس برس تھی آپ نے دوبار ہجرت کی ایک بار حبشہ کی طرف اور دوسری بار مدینہ منورہ کی طرف مواخات میں آپ کو حضرت زبیر کا بھائی بنایا گیا حضور اکرم ﷺ نے ان کو رہائش کے لیے مسجد نبوی کے ساتھ جگہ عنایت کی۔ (20)

مسجد الحرام میں علی الاعلان تلاوت کرنے پر کفار نے آپ کو شدید مضروب بھی کیا۔ (21)

قبول اسلام کے بعد آپ نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا آپ کو صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے رازداں کے طور بھی جانتے تھے۔ (22)

حضور اکرم ﷺ کی ان کے ساتھ محبت اور شفقت کی وجہ سے لوگ ان کو اہل بیت اطہار ہی کا فرد سمجھتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

جب میں اور میرا بھائی یمن سے پہلی مرتبہ مدینہ منورہ آئے تو حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کی والدہ ماجدہ کو نبی کریم ﷺ درود کے کاشانہ مبارک میں آمد و رفت کی وجہ سے ان کو اہل بیت ہی کا ایک فرد سمجھتے تھے۔ (23)

رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حضرت ابن مسعود کو یہ وجاہت حاصل تھی کہ آپ نے فرمایا :

میں مسلمانوں کی مشاورت کے بغیر اگر کسی کو امیر مقرر کرتا تو ابن مسعود کو امیر مقرر کرتا۔ (24)

حضرت عبداللہ ابن مسعود کی مرویات جو حقوق خدام کے حوالے سے ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

خدام پر لعن طعن کی ممانعت کرنا۔ (25)

خدام کی دینی حوالے سے تربیت کرنا بالخصوص ذات رسالت سے کذب کی نسبت کرنے پر جہنم کی وعید دینا۔ (26)

گناہوں سے بچنے کی تلقین کرنا۔ (27)

خدام کے لیے دعائے خیر کرنا۔ (28)

خدام کو کھانا کھلانے کا حکم دینا اور ان کے ساتھ مل کر کھانا کھانا۔ (29)

ان احادیث کی روشنی میں یہ واضح ہو کہ خدام کی خیر و شر کے حوالے سے تربیت کرنی چاہیے، ان کے ساتھ بداخلاقی سے گریز کرنا چاہیے، کھانے کے وقت ان کو ساتھ شامل کرنے سے ان میں سے احساس محرومی دور ہوگا جس کی وجہ سے وہ ایک بااعتماد شہری کی صورت میں سامنے آئیں گے خدام کی یہ تربیت کرنا بھی ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کے حوالے سے کوئی ایسی بات نہ کریں جو انھوں نے نہیں فرمائی یا جو ذات رسالت کے منصب رفیع کے خلاف ہو یعنی ہر طرح سے ناموس رسالت کا لحاظ رکھیں۔

حضرت انس بن مالک :

آپ نبی کریم ﷺ کے مدینہ منورہ تشریف لانے پر پہلے دن سے آخر وقت تک خدمت میں بڑے فعال رہے

خود فرماتے ہیں جب حضور اکرم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے میری عمر دس برس تھی۔ (30)

آپ نے پورے دس برس نبی کریم ﷺ کی خدمت کی اور اکثر وقت آپ ﷺ کے ہمراہ رہتے۔

آپ کی والدہ محترمہ آپ کو خود لے کر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں لائیں اور عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ ! میرا یہ بیٹا آپ کی خدمت میں رہے گا اس موقع پر آپ ﷺ نے حضرت انس کی یہ دعا دی :

کہ اے اللہ ! اس کے مال اور اولاد میں کثرت عطا فرما۔ (31)

نبی پاک ﷺ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ آپ کے باغ میں سال میں دو بار پھل ہوتے اور ان سے خوشبو آتی تھی اسی طرح آپ کی اولاد اور ان کی اولاد کی تعداد سو سے متجاوز تھی۔(32)

آپ کی مرویات جو اس موضوع سے متعلق ہیں ان کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

خدام کے گھر ان کی دلجوئی کے لیے جانا اور کچھ دیر قیام کرنا۔(33)

خدام کے گھر جا کر ان کی تربیت کے لیے نماز اور عمل خیر ادا کرنا۔(34)

خدام کے کاموں میں ان کی معاونت کرنا۔(35)

خدام سے شفقت اور محبت کا اظہار کرنا۔(36)

خدام کی تذلیل کی ممانعت کرنا۔(37)

خدام سے ان کی طاقت سے زیادہ کام لینے کی ممانعت(38)

خدام کی دلجوئی کرنا۔(39)

خدام سے خوش طبعی کرنا۔(40)

خدام کے رشتہ داروں سے حسن سلوک(41)

مزکورہ بالا تینوں خدام رسول ﷺ کی مرویات سے نہ صرف خدام کے حقوق واضح ہو رہے ہیں بلکہ ان کو سماج میں ایک باعزت مقام دینے کے بھی اصول نظر آرہے ہیں۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ نبی کریم ﷺ غلاموں اور خدام کے ساتھ اس عہد میں یہ سلوک کر رہے ہیں جب ان کے بنیادی حقوق تو ایک طرف ان کو اپنے ساتھ بٹھانا بھی پسند نہیں کیا جاتا تھا۔

عصری معاشروں میں خدام کے حقوق پورا ہونا تو ایک طرف ان پر ظلم و تشدد ہونا معمول کی بات ہے بلکہ کئیاں کے قتل کے واقعات بھی رپورٹ ہوئے ہیں۔ قوانین ہونے کے باوجود سماج کے پسماندہ طبقات کی حق تلفی اسلامی معاشرہ میں ایک سوالیہ نشان ہے۔ اس حوالے سے ضرورت اس امر کی ہے کہ خدام اور خدام رکھنے والوں کی اسوہ حسنہ کی روشنی میں تربیت کی جائے بالخصوص خدام کو جو حقوق حاصل ہیں ان کو اس حوالے سے آگاہ کرنا ضروری ہے۔

اسوہ حسنہ کی روشنی میں عصری معاشروں میں خدام کے ساتھ ہونے والی بے اعتدالیوں کو روکا جا سکتا ہے جن کے چند بنیادی جہات حسب ذیل ہیں:

1۔ خدام کی معقول تنخواہ کو متعین کر کے اس کے قانونی ضابطے طے جائیں۔

2۔ اگر خدام کم عمر ہیں تو ان کی مناسب تعلیم و تربیت کا اہتمام بھی کیا جائے۔

3۔ رہائش اور صحت وغیرہ کے معاملات کا مؤثر لائحہ عمل مرتب ہونا چاہیے۔

4۔ بد اخلاقی و تشدد کی کاروائیوں سے بچانے کے لیے سختی سے قوانین پر عمل کروانا۔

5۔ ان کو قومی دھارے میں شامل کرنے کے لیے باسہولت خصوصی مراعات دینا۔

6۔ خدام کی عمروں (لڑکا یا لڑکی) کا تعین ضروری ہے۔

7۔جسمانی صحت سے زیادہ مشقت پر پابندی ہونی چاہیے۔

8۔کل وقتی خدام کو مناسب آرام و تفریح کی سہولت بھی دینی چاہیے۔

9۔ان کو مخرب اخلاق معاملات سے بچانا ضروری ہے۔

10۔خدام کی سمگلنگ جو غیر شرعی و غیر قانونی ہے پر مزید سخت کارروائی کی ضرورت ہے۔

خلاصہ :

اسلام نے انسانی حرمت و وقار کے پیش نظر ہر طرح سے اس کی شخصی آزادی اور بنیادی حقوق کا نہ صرف تحفظ کیا بلکہ حیات انسانی کا ایسا منشور سیرت رسول درود کی صورت میں پیش کیا ہے جس سے حیات انسانی کے ہر طبقہ کو بہ سہولت اس کے حقوق کا معمول ممکن ہو سکے۔ حضور اکرم ﷺ جس عہد میں اس جہاں میں رونق افروز ہوئے وہاں سیاسی و حکومتی طور پر قبائلی نظام تھا اور حقوق کے حصول کی بنیادی وجہ قبیلہ، نسل اور خاندان وغیرہ تھے۔ بھیتوں نے بھرپور ان معاشروں میں جہاں جبر و بربریت کے مظاہر عام تھے وہاں سماج کا وہ طبقہ جن کو غلام کہا جاتا ہے جو مختلف طرح کی خدمات سرانجام دیتا تھا ان کی حیثیت انتہائی معمولی تھی ان کے حقوق تو ایک طرف ان کو ایک نارمل انسان جیسی حیثیت بھی حاصل نہ تھی ان کی خرید و فروخت، ان پر ظلم و ستم کے علاوہ ان کو مذہبی طور پر بھی کوئی آزادی حاصل نہ تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کو مختلف حوالوں سے آزاد کرنے کی ترغیب دلائی ان کے حقوق جس سے ان کے سماجی عزت و وقار قائم ہو متعین فرمایا اور پھر بنفس نفیس خدام کے ساتھ اس طرح کا رویہ رکھا جو نہ صرف اس دور کے لوگوں کے لیے حیران کن تھا بلکہ ابدی طور پر بے مثال ہے آپ ہی کے احکام و اسوہ کی روشنی میں غلامی کا قاتمہ ممکن ہوا اور پھر مختلف جہات میں خدمت پر حاھد خدام کو باعزت طور پر زندگی گزارنے کا حق حاصل ہوا۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

---

(1) Jaffar, Saad, and Nasir Ali Khan. "ENGLISH-THE RIGHTS AND DUTIES OF MINORITIES IN ISLAMIC WELFARE STATE AND ITS IMPLEMENTATION IN THE CONTEMPORARY WORLD." *The Scholar Islamic Academic Research Journal* 7, no. 2 (2021): 36-57.

2 ajmal Khan, Muhammad. "ENGLISH-IMPORTANCE OF DA'WAH IN ISLAM: A REVIEW OF THE PROPHET'S DA'WAH STRATEGIES IN STATE OF MADINA." *The*

Scholar Islamic Academic Research Journal 8, no. 1 (2022): 83-103.

[3] Butt, Sadaf. "HUSSAIN: A SYMBOL OF RESISTANCE TO AUTHORITARIANISM: A REVIVAL OF ISLAM IN THE LIGHT OF IQBAL'S POETRY." *International" Journal of Academic Research for Humanities"* 2, no. 3 (2022): 9-16.

(4) البقرہ،177:2

(5) البلد،90:11۔16

(6) النسا،92:4

(7) المائدہ،89:5

(8) بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الطلاق، باب الظھار، دار السلام، الریاض،2008ء

(9) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امتہ واہلہ، رقم الحدیث: 97

(10) بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الإجارۃ، باب إثم من منع أجر الأجیر رقم الحدیث:2270

(11) بخاری، کتاب الرہن، باب فی العتق وفضول، رقم الحدیث:2517؛ قشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب العتق، باب فضل العتق، دار إحیاء التراث العربي، بیروت، رقم الحدیث:1509

(12) سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی الحق المملوک، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت رقم الحدیث:4975

(13) الاصبحی، مالک بن انس، موطا، کتاب العتاقۃ، مایجوز من العتق في الرقاب الواجبۃ، مؤسسۃ زاید بن سلطان، أبوظبي، 2004ء، رقم الحدیث:2875

(14) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن محمد، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت،1415ھ،3/306۔307

(15) ابن اثیر، محمد بن محمد بن عبد الکریم، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، دار الکتب العلمیۃ،1994ء،3/28

(16) نیشاپوری، محمد بن عبد اللہ بن محمد، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ بیروت، رقم الحدیث:4956

(17) طبرانی، سلیمان بن احمد، معجم الکبیر، مکتبۃ ابن تیمیہ، قاھرہ، رقم الحدیث:4658

(18) ہندی، علی بن حسام، کنز العمال، موسسۃ الرسالہ، بیروت، رقم الحدیث:45635

(19) اصفہانی، ابو نعیم، احمد بن عبد اللہ، معرفۃ الصحابہ، دار الوطن للنشر الریاض، رقم الحدیث:2859

(20) ابن اثیر، محمد بن محمد بن عبد الکریم، سد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، دار الکتب العلمیہ،1994ء،3/256؛ ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، دار صادر،،1968ء بیروت،3/151۔153

(21) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، 3/256-257
(22) الطبقات الکبریٰ، 3/153
(23) بخاری، رقم الحدیث:، 3763
(24) ترمذی، محمد بن عیسیٰ، جامع ترمذی، دار السلام، الریاض 2008ء، رقم الحدیث:، 3808؛ الطبقات الکبریٰ، 3/154
(25) مسند احمد بن حنبل، مسند احمد، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت، 2001ء، رقم الحدیث: 3876
(26) جامع ترمذی، رقم الحدیث: 17۔ مسند احمد، رقم الحدیث: 3694
(27) ابو یعلیٰ، احمد بن علی، مسند ابو یعلیٰ، دار المامون للتراث، دمشق، 1984ء، رقم الحدیث: 5127
(28) مسند احمد، رقم الحدیث: 3598
(29) مسند احمد، رقم الحدیث: 3680، 4257
(30) ذہبی، محمد بن احمد، سیر اعلام النبلا، دار الحدیث، قاھرہ، 2006ء، 3/405
(31) ابن عساکر، علی بن حسن، تاریخ دمشق، دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1995ء، 3/146
(32) اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، 1/128؛ ابن کثیر، ابدایہ والنھایہ، 5/332
(33) المستدرک للحاکم، رقم الحدیث: 4528
(34) بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 2352
(35) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 4177
(36) مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 2309-2316
(37) بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: 2481
(38) مسند احمد، رقم الحدیث: 12793
(39) ابن ماجہ، رقم الحدیث: 2925
(40) جامع ترمذی، رقم الحدیث: 1992
(41) مسند احمد، رقم الحدیث: 12783